ناصر کاظمی کی شاعری میں آسمان کی معنویت

The meaning of the sky in the poetry of Nasir Kazmi

ڈاکٹر سلمیٰ صدیقی

اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج واپڈا ٹاؤن، لاہور

ڈاکٹر ماجد مشتاق

اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

p ISSN: 2789-4169

e ISSN :2789-6331

Received: 13-5-2023

Accepted:

Online:

Copyright: © 2023 by the authors. article open-access This is an distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: It is the pride of retrospect that Nasir remained unharmed by the migration but considered himself alone in the new country. And this expression of the feeling of loneliness came out as a major theme of his ghazal. He also used the term sky interchangeably to express the feeling of loneliness. In such poems, sometimes only the sky seems to be their friend, sometimes even the sky feels like a stranger, sometimes the loneliness increases so much that even the moon descends across the sky. Somewhere, Nasir's waking eyes take the form of stars tied with tickets. However, the use of the sky and its paraphernalia in expressing loneliness is remarkable. And in all these poems, the blackness of the night on the sky does not only increase the meaning of loneliness, but also gives rise to its atmosphere of fear. In this expression of the feeling of loneliness, the term sky seems like a spectator. It seems that the sky is completely silent in the form of the historian of time on the decay of humanity in a silent world.

Keywords: Distribution and migration, Poetic Prophecy, Internal quality, Retrospect, Wounds of migration

برصغیر کی تقسیم اور اس سلسلے میں غیر معمولی انتشار نے ہمارے دلوں میں جو خلش اور بے تابی پیدا کی ہے، اس کی کسک ہماری غزل میں بھی آئی۔ اس کی گم انگیز صدائیں تقریباً سب غزل گوؤں کے ہاں سنائی دیتی ہیں۔ لیکن اس خلش بے تابی اور غم کی آواز کو جیتنے حسن و لطف کے ساتھ ناصر نے غزل کے مزاج میں پوری طرح سمویا۔ وہ بلاشبہ تقسیم کے بعد اس رنگ کی صحیح تصویر اور اس آواز کی مکمل گونج ہے۔ اس سلسلے میں ناصر کا امتیاز یہ بھی ہے کہ انھوں نے تقسیم کے ان تجربات اور واقعات کے بیان کو محض اپنی

ذات تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ ان کے ہاں یہ بیان اجتماعیت اختیار کر کے واقعات تقسیم سے متاثر ہونے والے ہر شخص کا ذاتی نوحہ بن جاتا ہے۔

"ناصر نے ہجرت کو محض ذاتی تجربے کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس فراواں مخلوق کے تجربے کی حیثیت سے محسوس اور بیان کیا ۔۔۔۔۔ میں سمجھتا ہوں کہ ناصر کے 1947ء سے 1948ء کے اشعار میں ہجرت کے اجتماعی تجربے بے نشاں، بے منزل قافلوں کے سفر اور عام تباہی اور ویرانی کی جتنی اثر انگیز تصویریں نظر آتی ہیں۔ ان کی مثال کہیں اور کم ہی ملے گی۔ کم سے کم اس دور کی شاعری میں ناصر کی آواز ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کی آواز بن گئی ہے۔"(1)

ناصر جیسے حساس شخص کو شاعری کے ابتدائی دور ہی میں تقسیم اور ہجرت کے سلسلے میں پیش آنے والے عظیم سانحوں کا سامنا کرنا پڑا۔ انھیں وہ زمین چھوڑنا پڑی جس پر انہوں نے ننگے پاؤں چلنا سیکھا تھا، جہاں ان کے دل نے جوانی کی امنگوں کو پہلے پہل محسوس کیا، جہاں ان کے جذبات و احساسات نے لفظوں میں ڈھلنا سیکھا۔ جہاں انھوں نے محبت کی رمق کو رگ وپے میں سرایت کرتے محسوس کیا۔ اس زمین اور تہذیب سے جدائی کا دکھ ان کے دل میں بس گیا اور ان کی ساری شاعری کھوئے ہوؤں کی جستجو بن گئی اس سلسلے میں ڈاکٹر آفتاب یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

"ہجرت کے تجربے نے ناصر کو اس حد تک اس لیے متاثر کیا اور اس لیے وہ اس کی جان کا روگ بن گیا کہ اس تجربے میں مقام و وقت دونوں سے ناصر کی دوری اور اجنبیت کا احساس بیک وقت جمع ہو گیا تھا۔ اگلے وقتوں اور پرانی محبتوں کی یاد میں ناصر کی شاعری کا اندوختہ بن کر رہ گئی تھیں۔ یہ اجنبی مسافر تمام عمر مقام و وقت کی ایک دنیا میں کھڑا مقام و وقت کی ایک دوسری ہی دنیا کے خواب دیکھتا رہا۔"(2)

اگرچہ ناصر اپنے باطن میں چھپے غم کے سمندر کی وجہ سے اداس نظر آتے ہیں۔ مگر میرؔ کی طرح وہ بھی اپنے غم کو آگہی اور شاعرانہ ترفع کا ذریعہ بناتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ہجرت کا موضوع اور بہت سے شعرا کے ہاں نظر آتا ہے مگر ناصر کے ہاں ہجرت کا تجربہ ایک مثبت طرزِ احساس میں ڈھلتا نظر آتا ہے۔ ناصر کا اپنا خیال ہے کہ ان کی اداسی منفی نہیں بلکہ اس اداسی سے خود

آ گہی کے سوتے پھوٹتے ہیں یعنی ناصر اپنے نظریہ حیات کی بنیاد اس اداسی پر رکھتے ہیں۔ اس لیے احمد ندیم قاسمی ان کی اس اداسی کو "تخلیقی بازیافت "کا نام دیتے ہیں۔ اور اس سے پھوٹنے والی خود آ گہی کے متعلق کہتے ہیں:

یہی خود آ گہی شاعر کو ایک خوشحال زندگی، ایک پر سکون معاشرے اور ایک شاداب تہذیب کے خواب دکھاتی ہے، یہی ناصر کی آئیڈیالوجی ہے۔"(3)

ناصر کاظمی کی غزل کی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے فطرت کو اپنا ہم نوا بنالیا۔ خارجی مظاہر، داخلی کیفیات اور حسن فطرت کے در میان ایک ایسا رشتہ قائم کیا ہے۔ کہ یہ تینوں چیزیں ایک زنجیر کی کڑیاں بن گئ۔ ناصر کی شاعری ایک ایسا حیرت کدہ ہے جس میں کئی کڑیاں بن گئی ہیں

؎چلتے ہوئے آندھی آئی تھی　　　　رستے میں بادل برسا تھا(5)

؎ہم جب قصبے میں اترے تھے　　　　سورج کب کا ڈوب چکا تھا(6)

؎نئے دیس کا رنگ نیا تھا　　　　دھرتی سے آکاش ملا تھا(7)

؎گلیاں شام سے بجھی بجھی تھیں　　　　چاند بھی جلدی ڈوب گیا تھا(8)

در اصل قیام پاکستان کے نتیجے میں ان کی یہ رنجوری ان کے خاص مزاج کا حصہ تھی۔ جس نے انھیں ماضی پرست بنا دیا تھا۔یہی وجہ ہے کہ وہ رفتگاں کی مسرتوں کو زمینوں اور آسمانوں کی وسعتوں میں تلاشتے ہیں۔

؎پکارتی ہیں فرصتیں کہاں گئیں وہ صحبتیں　　　　زمیں نگل گئی انھیں کہ آسمان کھا گیا(9)

یہ ان کی ماضی پرستی ہی ہے کہ ان کی خوشیاں ان کی تسکین ان کا رومان اور زندگی کی روح پہلی بارش کی صورت میں ماضی ہی سے متعلق دکھائی دیتا ہے۔ ذیل کے اشعار میں حال کا نام ماضی میں زندگی سے بھرپور نظر آتا ہے۔ جس کے دل میں حدتِ جذبات

بھی تھی، جس کی آنکھ مظاہر فطرت کی رعنائیوں سے فیض یاب ہوتی تھی۔ اور آج کا اداس آسماں اور اس کے رنجیدہ متعلقات ماضی میں خوشگواری کے احساس کے استعاروں کی صورت میں ابھرتے ہیں۔

؎ دیکھ کے جوبن کے پھلواری	چاند گگن پر شرماتا تھا(10)
؎ یاد آئی وہ پہلی بارش	جب تجھے ایک نظر دیکھا تھا(11)
؎ ہرے گلاس میں چاند کے ٹکڑے	لال صراحی میں سونا تھا(12)
؎ چاند کے دل میں جلتا سورج	پھول کے سینے میں کانٹا تھا(13)
؎ چاندی کا وہی پھول گلے میں	ماتھے پر رہی چاند کھلا تھا(14)
؎ روتے روتے کون ہنسا تھا	بارش میں سورج نکلا تھا(15)

یہ ماضی پرستی کا فیضان ہے کہ ناصر ہجرت کے زخم خوردہ رہے بلکہ خود کو نئے دیس میں تنہا تصور کرتے رہے۔ اور احساسِ تنہائی کا یہی اظہار ان کی غزل کا ایک بڑا موضوع بن کر سامنے آیا۔ احساسِ تنہائی کے اظہار کے لیے بھی انھوں نے آسمان کی اصطلاح کا جابجا استعمال کیا۔ ایسے اشعار میں کہیں تو محض آسمان انھیں اپنا رفیق کار لگتا ہے تو کہیں آسمان تک اجنبی محسوس ہوتا ہے کبھی تنہائی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ چاند بھی آکاش کے اس پار اترتا دکھائی دیتا ہے۔ تو کہیں ناصر کی جاگتی آنکھیں ٹکٹکی باندھے ہوئے ستاروں کا روپ دھار لیتی ہیں۔ بہر طور تنہائی کے اظہار میں آسمان اور اس کے متعلقات کا استعمال دیدنی ہے۔ اور ان تمام تر اشعار میں آسمان پر رات کی سیاہی محض تنہائی کی معنویت میں اضافہ نہیں کرتی بلکہ خوف و ہراس کی فضا کو بھی جنم دیتی ہے۔ احساسِ تنہائی کے اس اظہار میں آسمان کی اصطلاح ایک تماشائی کی سی لگتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خاموش دنیا میں انسانیت کی پائمالی پر آسماں وقت کے مؤرخ کی صورت میں بالکل خاموش ہے۔

؎ کیسے سنسان ہیں آسمان چپ کھڑے ہیں مکاں ہے	ہے فضا اجنبی سور ہو سور ہو(16)
؎ چیختی ہیں ڈراونی راتیں	چاند نکلا ہے آسماں سے دور(17)

؎اب تو سو جاؤ ستم کے مارو آسمان پر کوئی تارا نہ رہا(18)

احساس تنہائی کے اس اظہار میں آسمان کی اصطلاح ایک تماشائی کی سی لگتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خاموش دنیا میں انسانیت کی پائمالی پر آسماں وقت کے مؤرخ کی صورت میں بالکل خاموش ہے۔

؎دورِ فلک جب دہراتا ہے موسمِ گل کی راتوں کو کنجِ قفس میں سن لیتے ہیں بھولی بسری باتوں کو(19)

؎دھواں سا ہے جو یہ آکاش کے کنارے پر لگی ہے آگ کہیں رات سے کنارے پر(20)

تقسیم، احساسِ تنہائی، خوف وہراس، اجنبیت اور احساس ناتمامی یہ وہ موضوعات ہیں۔ جن میں قیام پاکستان کے بعد کے شعرا نے اتنی طبع آزمائی نہ کی جتنی ناصر نے کی۔ ان موضوعات کے علاوہ محبوب کے حسن اور معاملاتِ محبت کے بیان کے لیے بھی ناصر نے آسمان اور اس کے متعلقات کو استعمال کیا۔ مثال کے طور پر محبوب کے حسن کے رنگ و نور پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے سورج کی دھوپ اور چاند جیسے متعلقات کو بے مثل انداز میں یوں اشعار کی مالا میں ڈھالا:

؎کس کے جلوؤں کی دھوپ برسی ہے آج تو شام بھی سحر سی ہے(21)

؎چاند کی دھیمی دھیمی ضو میں سانولا مکھڑا لَو دیتا تھا(22)

؎اک رخسار پر زلفِ گری تھی اِک رخسار پہ چاند کھلا تھا(23)

معاملاتِ محبت جن میں وصال کی مسرتیں، فراق کی صعوبتیں، جذبات کی شرارتیں، محبوب کی شکایتیں اور عشق کی حکایتیں سب کچھ شامل ہیں، کا بیان شعرائے اردو کے ہاں عموماً نظر آتا ہے۔ ناصر نے ان تمام تر متعلقات سے کسبِ فیض کیا ہے۔ اس طرح سے محبوب کے فراق میں انھیں ہر شے چلچلاتی ہوئی دھوپ میں جلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اور سورج جو آسمان کے متعلقات میں سے ایک ہے محبوب کے فراق میں آگ کا شعلہ بن کر سامنے آتا ہے۔ جس سے بچنے کے لیے کبھی خیالِ یار کی چادر اوڑھنے کی بات کرتے ہیں تو کبھی اس دھوپ کو یاد کرتے ہیں جو محبوب کی موجودگی میں دل کی ٹھنڈک کا باعث بنتی تھی۔

کلیاں جھلسی جاتی ہیں　　　سورج پھینک رہا ہے آگ(24)

یوں کس طرح کٹے گا کڑی دھوپ کا سفر　　　سر پر خیالِ یار کی چادر ہی لے چلیں(25)

جس دھوپ کی دل میں ٹھنڈک تھی وہ دھوپ اس کے ساتھ گئی
ان جلتی بلتی گلیوں میں اب خاک اڑاؤں کس کے لیے(26)

اردو شاعری میں آسمان کو ظلم کے استعارے کے طور پر استعمال کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ ناصر کے ہاں بھی آسمان کا تصور اپنے روایتی معنی و مفاہیم لیے ہوئے ہے۔ واقعاتِ تقسیم نے ناصر سے وہ تمام لوگ چھین لیے جن کے دم سے ناصر کو دنیا میں رنگ نظر آتے تھے وہ تمام لوگ کسی سایہ دار درخت سے کم نہ تھے۔ اور ناصر کے خیال میں فلک نے اپنے ظلم کے ذریعے وہ لوگ ان سے دور کر دیئے لیکن اب جبکہ ناصر ان خوشگوار یادوں کو ہی سہارا بنا لینے پر راضی ہو گئے ہیں تو آسمان ان یادوں کو بھی مٹانے پر تلا ہے۔

زمین لوگوں سے خالی ہو رہی ہے　　　یہ رنگِ آسماں دیکھا نہ جائے(27)

فلک نے پھینک دیا برگِ گل کی چھاؤں سے دور　　　وہاں پڑے ہیں جہاں خار زار بھی تو نہیں(28)

اگلے وقتوں کی یادگاروں کو　　　آسماں کیوں مٹائے جاتا ہے(29)

مجموعی اعتبار سے دیکھا جائے تو ناصر نے آسمان اور اس کے متعلقات کو اپنے ان تمام تر موضوعات میں استعمال کیا۔ جو ان کے محبوب موضوع تھے۔ یوں احساس تنہائی، اداسی، ماضی پرستی، معاشرتی تنقید، تقسیم ہند جیسے موضوعات جن میں آسمان اور اس کے متعلقات دیگر شعرا نے کم استعمال کیے تھے، کا بیان ناصر کے ہاں خاصے زور و شور سے ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔ کیونکہ ناصر کی غزل کے لہجے میں جدت کے ساتھ ساتھ میرؔ کی غزل کا ٹھہراؤ بھی تھا لہٰذا ان کے ہاں بھی آسمان جبر اور کاتبِ تقدیر کے استعارے کے طور پر ہی استعمال کیا گیا اسی طرح وصل اور فراق کی کیفیات معاملاتِ محبت اور حسنِ خوباں کے بیان کے لیے بھی آسمان کے متعلقات کا استعمال ناصر نے کیا۔

حوالہ جات

1۔ آفتاب احمد، ڈاکٹر "اشارات"، کراچی، مکتبہ دانیال1996 (ص-79)

2۔ ایضا(ص-78)

3۔ احمد ندیم قاسمی، ناصر کاظمی اور آئیڈیالوجی کا مسئلہ "مشمولہ ہجر کی رات کا ستارہ مرتبہ احمد مشاق لاہور، نیا ادارہ،(90).1976

4۔ نیر صمدانی، ڈاکٹر، "اعتبارات"، لاہور، پولیمر پبلی کیشنز س۔ن (ص94)

5۔ ناصر کاظمی، "پہلی بارش"، مشمولہ کلیات ناصر کاظمی، لاہور، الوقار پبلی کیشنز1995ء(ص82)

6۔ ایضا(ص(82)

7۔ ایضا(ص69)

8۔ ایضا(ص60)

9۔ ناصر کاظمی، "دیوان"، مشمولہ کلیات ناصر کاظمی، لاہور، الوقار پبلی کیشنز1995ء(ص111)

10۔ ناصر کاظمی، "پہلی بارش"، مشمولہ کلیات ناصر کاظمی، لاہور، الوقار پبلی کیشنز1995ء(ص71)

11۔ ایضا(ص(73)

12۔ ایضاً(ص(73)

13۔ ایضاً(ص73)

14۔ ایضاً(ص77)

15۔ ایضا(ص82)

16۔ ناصر کاظمی، "برگ نے"، مشمولہ کلیات ناصر کاظمی، لاہور، الوقار پبلی کیشنز1995ء(ص84)

17۔ ایضا(ص128)

18۔ ایضا(ص153)

19۔ ایضا(س(67)

20۔ ناصر کاعلمی، "دیوان"، مشمولہ کلیات ناصر کاظمی، لاہور، الوقار پبلی کیشنز1995ء(ص139)

21۔ ناصر کاظمی، "برگ نے"، مشمولہ کلیات ناصر کاظمی، لاہور، الوقار پبلی کیشنز1995ء(ص194)

22۔ ناصر کاعلمی، "پہلی بارش"، مشمولہ کلیات ناصر کاظمی، لاہور، او قار پبلی کیشنز1995ء(ص41)

23۔ ایضاً(ص51)

24۔ ناصر کاعلمی، "برگ نے"، مشمولہ کلیات ناصر کاظمی، لاہور، الوقار پبلی کیشنز1995ء(ص28)

25۔ ناصر کاظمی، "دیوان"، مشمولہ کلیات ناصر کاظمی، لاہور، الوقار پبلی کیشنز1995ء(ص132)

26۔ ناصر کاظمی، "برگ نے"، مشمولہ کلیات ناصر کاظمی، لاہور، الوقار پبلی کیشنز1995ء(ص39)

27۔ ایضاً(ص56)

28۔ ایضاً(ص63)

29۔ ناصر کاظمی، "دیوان"، مشمولہ کلیات ناصر کاظمی، لاہور، الوقار پبلی کیشنز1995ء(ص129)

References

1. Aftab ahmad, Dr, ''isharat'', Karachi, makba daniyal 1996, page 79

2. Azeen, page 78

3. Ahmad nadeem qasmi, nasir kazmi or ideology ka masla, mashmula hijar ki raat ka sitara, murtba ahmad mushtaq Lahore: duniya idara, 1976
4. Nair samdani, Dr, "itbarat" Lahore, polemar colony publication, page 94
5. Nasir kazmi, "phli barish", mashmula kulyat nassir kazmi, Lahore al waqar publication 1995, page 82
6. Azeen, page 82
7. Azeen, page 69
8. Azeen, page 60
9. Nasir kazmi, " dewan", mashmula kulyat nasir kazmi, Lahore alwaqar publication 1995, page 111
10. Nasir kazmi, "phli barish", mashmula kulyat nassir kazmi, Lahore al waqar publication 1995, page 71
11. Azeen, page 73
12. Azeen, page 73
13. Azeen, page73
14. Azeen, page 77
15. Azeen, page 82
16. Nasir kazmi, "barge ny", , mashmula kulyat nassir kazmi, Lahore al waqar publication 1995, page 84
17. Azeen, page 128
18. Azeen ,page 153
19. Azeen, page 67

20. Nasir kazmi, “dewan” , mashmula kulyat nassir kazmi, Lahore al waqar publication 1995, page 139

21. Nasir kazmi, “barge ny”, , mashmula kulyat nassir kazmi, Lahore al waqar publication 1995, page 194

22. Nasir kazmi, “phli barish”, mashmula kulyat nassir kazmi, Lahore al waqar publication 1995, page 41

23. Azeen, page 51

24. Nasir kazmi, “barge ny”, , mashmula kulyat nassir kazmi, Lahore al waqar publication 1995, page 28

25. Nasir kazmi, “dewan” , mashmula kulyat nassir kazmi, Lahore al waqar publication 1995, page 132

26. Nasir kazmi, “barge ny”, , mashmula kulyat nassir kazmi, Lahore al waqar publication 1995, page 39

27. Azeen, page 56

28. Azeen, page 63

29. Nasir kazmi, “dewan” , mashmula kulyat nassir kazmi, Lahore al waqar publication 1995, page 129